Rs. 36

نیا ایرانی ادب

(مع ترمیم و اضافہ)

از

ڈاکٹر ظہور الدین احمد
شعبۂ فارسی۔ گورنمنٹ کالج۔ لاہور

ناشر
یونیورسٹی بک ایجنسی۔ لاہور

نیا ایرانی ادب

برصغیر ہند و پاکستان میں کلاسیکی ایرانی ادبیات کے سلسلے میں دانشوروں نے
کام کیا ہے لیکن عصرِ حاضر کا ایران جن مرحلوں اور منزلوں سے گزرا ہے ان سے یہاں
علما اکثر و بیشتر ناواقف رہے ہیں۔ میں یہاں اس حقیقت کی کوئی توجیہ نہیں
چاہتا۔ فقط یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ مسلم ہے کہ ہماری درسگاہوں میں ایرانی زبان و ادب
طلبہ جدید ایرانی ادب کی تحریکات اور کوائف سے آگاہی حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ
پڑھانے والے بھی اس مضمون کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس میں کوئی شک
نہیں کہ ایرانی کلاسیکی ادبیات کا مطالعہ کیے بغیر ہم ایرانی ادبیات کے ارتقا کے
کوائف اور اس کے اسرار و رموز سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہ حقیقت بھی فراموش
نہیں کرنی چاہیے کہ ایرانی زبان کوئی مردہ زبان نہیں جس کا سرمایہ محض کلاسیکی ادب
کے اوراق میں مدفون ہو۔ ایرانی ایک زندہ حرکی زبان ہے اور بیسویں صدی کے ان
تمام عوامل سے متاثر ہوئی ہے جن سے دنیا کی دوسری زبانوں نے اثر قبول کیا ہے۔ ڈاکٹر
ظہور الدین احمد نے بڑی عرق ریزی اور دیانت داری سے جدید ایرانی ادب کے متعلق
ایک نہایت دلچسپ اور بصیرت افروز کتاب لکھی ہے جس کے مطالعہ سے
معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ نصف صدی میں ایرانی ادب کہیں سے کہیں جا پہنچا ہے
اور نثر و نظم کی مختلف اصناف میں کتنا مفید اور جلیل القدر کام ہوا ہے۔ مسرت
کا مقام ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تصنیف کو غیر ضروری طوالت ... بحث نہیں

بتایا اور بڑے دلنشیں انداز میں سمجھا کر جدید ایرانی ادب کی تاریخ لکھی ہے
ایرانی مصنفوں اور مؤلفوں کی تصنیفات پر انتقاد بھی کیا ہے۔ میں سمجھتا
ان تمام لوگوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے جو یہ جاننا چاہتے ہیں
کلاسیکی ایرانی ادب اور جدید ایرانی ادب میں مشابہتوں اور اختلافات کی کیا
ہیں کہ یہ جاننے بغیر ایرانی ادب کا مطالعہ مکمل نہیں ہو سکتا ۔

(کیمرج پرنٹرز میلارام روڈ لاہور میں چھپی)

جذبات پیدا ہوئے ۔ نئے قوانین اور نئے ادارے قائم ہوئے ۔ انفرادی حکومت ... کر ملی حکومت بن گئی ۔ انفرادی فکر کی جگہ بھی اجتماعی فکر نے لے لی ۔ بادشاہ کی خوشنودی ... مطمع نظر رکھنے کے بجائے ادباء اور شعراء نے ایرانی سماج کو اپنی توجہات کا مرکز بنایا ... ان کے شعر و سخن میں ان مسائل کا ذکر آنے لگا جن سے ایرانی زندگی کا تعلق تھا ۔ چنانچہ سیاسی ، اجتماعی اور اصلاحی امور کے متعلق اکثر نظمیں لکھی جانے لگیں ۔

صنعت و حرفت کے انقلاب نے بھی ایرانیوں کو بہت متاثر کیا ۔ نئی اختراعات اور رسل و رسائل کے نئے ذرائع نے ایران کی کایا پلٹ دی ۔ اقتصادی اور صنعتی اعتبار سے بارہویں صدی ہجری تک ایران ایک ہی ڈھرے پر چلا آ رہا تھا ۔ نئی مشینوں اور نئے کارخانوں سے ایک نیا ایران وجود میں آیا ۔ بجلی ، تار ، ٹیلیفون ، موٹر ، ریل اور ہوائی جہاز وغیرہ کی آمد نے قرون وسطیٰ کے ایران کو یکسر بدل کر رکھ دیا ۔ کھانا ، پہننا ، رہنا ، سہنا ، کاروبار ، گھر بار سب میں تبدیلی ہوئی ۔ جب ماحول میں تبدیلی ہوئی تو شاعر کے محسوسات میں بھی تبدیلی ہوئی ۔ سیاسی ، صنعتی اور اجتماعی افکار ایران کے گوشے گوشے میں پھیل گئے ۔ اس طرح شاعری میں بھی ایک تبدیلی اور فراخی پیدا ہوئی ۔ قیام مشروطیت کے زمانے میں شعراء بنیادی حقوق و قوانین کے متعلق شعر لکھتے تھے ۔ ریلوے جاری کرنے ، نئے کارخانے کھولنے اور قومی اداروں کے اجراء کے لئے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے لیکن آج کل یہ خیالات پرانے ہو چکے ہیں ۔ آج کل شاعر جمہوریت ، سوشلزم اور ملک کے ذرائع پیداوار کو قومی بنانے کے متعلق اپنے پرجوش خیالات کا اظہار کرتا ہے ۔ گذشتہ پچاس سالوں میں شعر و سخن میں وہ تبدیلی اور ارتقا ہوا جو گذشتہ پانچسو سالوں یا پانچ ہزار سالوں میں بھی نمایاں ہوا تھا ۔

پچاس سال کا یہ زمانہ ہم عصر حاضر تصور کرتے ہیں ۔ اس میں شاعری کے تین اسلوب ہیں واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں ۔ پہلا تو وہی متقدمین یعنی کلاسیکی اسلوب ہے جس میں قصیدہ

غزل، مثنوی اور رباعی اپنے روائتی انداز میں رائج ہے۔ دوسرا اسلوب وہ ہے جو قدیم و جدید سے مرکب ہے۔ اس اسلوب میں وہ شعرا شامل ہیں جو افکار جدید کو قدیم ہیئت و انداز میں استعمال کرتے ہیں۔ صرف و نحو، وزن و قافیہ اور معانی و بیان کی پرانی روایات کے پابند ہیں۔ لیکن آہستہ آہستہ اس اسلوب میں بھی تغیر نظر آتا ہے۔ وزن و قافیہ میں بھی اور مضامین میں بھی جدت آ رہی ہے۔ تیسرا اسلوب بالکل جدید ہے اس میں کلاسیکی ادب کی روایات سے بغاوت ہے چونکہ شعری ادب زیادہ چھپتا ہے زیادہ لوگوں کے کانوں تک پہنچتا ہے اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ شعر کی زبان بھی ایسی ہو کہ سوسائٹی کے عام افراد بھی اس کو سمجھ سکیں۔ اس لئے پرانی وضع کی شکل اور ثقیل بحروں کے بجائے نئی آسان اور طرب انگیز اوزان کو منتخب کیا گیا ہے۔ مغربی شاعری کی ہیئت اکثر شعرا کے مدِ نظر رہی ہے۔

جہاں یہ کوشش ہوئی کہ خیالات و افکار کو عام کرنے کے لئے زبان سادہ رواں استعمال کی جائے وہاں قومی تعصب کی بنا پر یہ تحریک بھی چلی کہ زبان کو عربی الفاظ سے پاک کیا جائے چنانچہ پارسی سرہ میں غزلیں لکھی جانے لگیں تشکیل فرہنگستان نے اس تحریک کو اور فروغ دیا۔ چونکہ عوام فکاہیہ چیزوں کو پسند کرتے ہیں اس لئے عوام کی بولی میں بھی سیاسی امور پر طنز و ظرافت کے ذریعہ تنقید کی گئی یہ فکاہیہ نظمیں بھی بہت پسند کی گئیں۔ روائتی قصیدہ، مثنوی اور رباعی کے بجائے مسمط، ترکیب بند لکھے جانے لگے۔ ترانوں کا بھی رواج ہوا اور فارسی شاعری میں یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ موسیقی سے ہم آہنگ کرنے اور عوام کے لئے دلپسند بنانے کے لئے تصنیف، سرود اور لطیف غزلیں بھی لکھی گئیں۔

تاریخ ایران کے ان آخری پچاس سالوں میں ایسے سیاسی قطعی حوادث پیش آئے جن سے ہر دور میں ایک نیا زمانہ اور نیا ماحول پیدا ہوا۔ اس زمانے کو چار حصے

ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ کے اس دور میں شاعری بھی متاثر ہوتی رہی ہے

(۱) پہلا دور ۱۳۱۳ھ سے ۱۳۲۴ھ تک (۱۸۹۶ء-۱۹۰۶ء) یعنی ناصر الدین شاہ کے قتل سے اعلان مشروطیت تک۔

(۲) دوسرا دور ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۴۰ھ تک (۱۹۰۶ء-۱۹۲۱ء) اعلان مشروطیت سے رضا شاہ پہلوی کے برسر اقتدار آنے تک۔

(۳) تیسرا دور ۱۳۴۰ سے ۱۳۶۰ (۱۹۲۱ء تا ۱۹۴۱ء) تک یعنی عہد رضا شاہ پہلوی کا دور۔

(۴) چوتھا دور ۱۳۶۰ھ سے اب تک۔ محمد رضا شاہ پہلوی کا دور۔ سیاسی اور اجتماعی تبدیلیوں کی وجہ سے ہر دور کی شاعری دوسرے دور سے جداگانہ خصوصیات رکھتی ہے۔ پہلا دور مظفر الدین شاہ کے عہد سلطنت پر مشتمل ہے۔ اس عہد میں ایرانیوں میں نئے سیاسی افکار اور وطنی اور قومی جذبات پرورش پا رہے تھے۔ اس زمانے میں اخبار و رسائل جاری ہوئے۔ نئی طرز کے مدرسے ہر جگہ برپا ہوئے۔ ترکیہ اور مغربی ممالک میں آمد و رفت شروع ہوئی۔ روس اور جاپان کی جنگ میں جاپانیوں کی فتوحات سے لوگوں میں غرور ملی اور وطنی وقار کا خیال پیدا ہوا۔ ریل، تار، ٹیلیفون، موٹر اور دوسری نئی صنعتوں کا رواج ہوا۔ اور یورپ کے نئے علوم و فنون کو دیکھ کر لوگوں میں حیرت و تعجب کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ مستبد حکومت سے تنگ آ گئے تھے اور دوسرے ممالک کی انصاف و قانون پر مبنی حکومتوں کے ساتھ اپنی حالت کا مقابلہ کرتے تھے۔ تہران، تبریز، اصفہان، مشہد اور دوسرے شہروں میں ہفت روزہ اور ماہانہ رسائل جاری ہوئے۔ استانبول، مصر اور ہندوستان سے بھی تربیت، اطلاع، حبل المتین، پرورش اور ثریا کے نام سے رسائل جاری ہوئے جن میں وطن پرستی، مفاخر تاریخی، اتحاد دول اسلامی اور اروپائی مغربی علوم و فنون کی تحسین کے موضوعات پر نظمیں اور قصیدے شائع ہوتے تھے۔

اس زمانے میں بھی بادشاہ، وزرائے اعظم، امرائے سلطنت اور شاہزادے شعرا کی قدر و تربیت

کرتے تھے۔ مرزا علی اصغر خاں اتابک وزیر بھی شعر دوست اور شاعر نواز تھا اس دور کے بڑے بڑے شاعروں نے بادشاہ اور وزرا کی مدح میں قصاید بھی لکھے ہیں۔

دوسرا دور یعنی مشروطیت کے پندرہ سال۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں استبداد کا دور ختم ہوا۔ مجلس۔ دفاتر اور وزارتیں بنیں بے شمار رسائل و اخبار جاری ہوئے۔ فرانسیسی، انگریزی اور عربی جدید کی کتابیں اور ان کے ترجمے ایران میں عام ہوئے۔ سکولوں میں طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ اسی دوران میں جنگ عظیم واقع ہوئی جس کی وجہ سے سارا جہان متأثر ہوا۔ ایران کا شاہ جوان آئے دن یورپ کی سیاحت کو جاتا۔ حکومت نایب السلطنت یا وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہوتی۔ مرکزی حکومت کمزور ہوئی تو قبائل کے سرداروں نے اطراف سے بغاوتیں کیں۔ سیاسی پارٹیوں میں عجب کشمکش ہوئی۔ اختلاف آراء سے سارا نظامِ سلطنت مضمحل رہا۔ اس دور میں شعر و سخن کا موضوع حکومت اور اس کے محکموں پر تنقید رہا۔ اجتماعی بدحالی کی اصلاح کے لئے فکرمندی۔ عورتوں کی افسوسناک پستی پہ اظہار اور آزادی اور مشروطیت کے قیام کے لئے جد و جہد جیسے موضوعات پر اکثر نظمیں لکھی گئیں۔ اسی زمانہ میں ابوالقاسم خاں نایب السلطنت اور علی قلی خاں سردار اسعد خاں بختیاری کی تشویق سے علم و فضل کی قدر و منزلت ہوتی رہی۔ آقای حسن وثوق (جو دو سال تک ایران کے خود مختار حاکم بنے رہے) کے عہدِ سلطنت میں جرمنی کو شکست ہوئی۔ روس میں انقلاب برپا ہوا۔ جنگِ عظیم کے اختتام پر اقوامِ متحدہ کا قیام عمل میں آیا۔ آقای وثوق اور ان کے وزیر تعلیم احمد نصیر الدولہ خود بھی شاعر اور فاضل تھے۔ ان کے اپنے اشعار بھی رسائل و جرائد میں چھپتے رہے اور انہیں کے زیرِ اثر و تربیت شعر و سخن کی طرف توجہ بھی ہوتی رہی۔

تیسرا دور رضا شاہ پہلوی کا دورِ حکومت تھا۔ دوسرے یورپی ممالک کی طرح ایران میں حکمران کی شان بھی ایک ڈکٹیٹر کی تھی۔ اس شہنشاہ کے عہدِ سلطنت میں حکومت کو